حضرت العلام حافظ محمد صاحب گوندلوی

قسط نمبر ۳

دوام حدیث

ایک اسلام

منکرین حدیث کے دلائل

۱- مسلم کی ایک حدیث سے بعض لوگ اس غلطی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ حدیث کے لکھنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرما دی تھی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"لاتکتبوا عنی ومن کتب عنی شیئاً غیر القرآن فلیمحہ" (مسلم)

مجھ سے نہ لکھو، جس نے مجھ سے غیر قرآن لکھا ہو، وہ اس کو مٹا دے۔

جواب

مگر اس کا یہ مطلب نہیں، حدیث بالکل نہ لکھو۔ بلکہ حدیث کا یہ مطلب ہے کہ جس نے قرآن کے ساتھ کچھ لکھا ہو وہ مٹا دے۔ جیسے مسند احمد میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے احکام آخری عمر میں لکھائے اور مرضِ وفات میں اپنے لکھوانے کے لئے کاغذ طلب کیا۔ اس سے اس حدیث کے مفہوم کی وضاحت ہوتی ہے۔

مسند احمد میں ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں، ہم لوگ جو کچھ سنتے لکھ لیتے، تو آپؐ نے فرمایا: "کتاب اللہ کو الگ لکھو، اس میں کسی چیز کی آمیزش نہ کرو۔" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب۔ ص ۲۳۴)

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات لکھے ہوئے ہیں ۔ جو دہلی میں ۱۳۳۴ھ میں طبع ہو چکی تھی ۔ اس میں متواتر اور مشہور حدیثوں سے صریح مسائل ثابت ہیں جن کی فہرست یہ ہے :

کتاب الطہارۃ ، کتاب الصلوٰۃ ، کتاب الحج ، کتاب الزکوٰۃ ، کتاب النکاح ، کتاب البیوع ، کتاب الاشربہ ، کتاب الجہاد والسیر ، کتاب المسابقہ وغیرہ ۔

یہ سب حدیثیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی تھیں اور اس طرح یہ ذخیرۂ احادیث امت کے پاس چھوڑ گئے ، جو اب تک ہمارے پاس بھی موجود ہے ۔

منع کردہ روایت صرف ابوسعیدؓ سے مروی ہے ۔ جبکہ اثباتِ کتابت کی احادیث حضرت علی ، عبداللہ بن عمر ، رافع بن خدیج ، ابن عباس اور انس رضوان اللہ علیہم اجمعین ، سے مروی ہیں ۔ پس ابوسعیدؓ کی روایت کا وہی مطلب لیا جائیگا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کے ساتھ حدیث نہ لکھو بلکہ الگ لکھو ۔ یا اس حدیث کو بسبب خبرِ واحد ہونے کے ، متواتر اور مشہور کے مقابلہ میں مرجوح یا منسوخ قرار دیا جائے گا ۔

مولانا مولوی ابوالقاسم بنارسی کی کتاب جمع القرآن والاحادیث میں ہے :

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن یعنی اہل نجران کے لئے ایک کتاب لکھوائی ، جس میں تمام مسائل فرائض وسنن اور دیات وغیرہ کے تحریر تھے اور عمروؓ بن حزم کے ہاتھ بھیجی ۔

پھر وہ خاندان عمرو بن حزم کے ہاں محفوظ رہی ، چنانچہ امام ابن شہاب زہری تابعی نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے نقل کی ۔ یہ حدیث تواتر سے سنن نسائی مطبع انصاری کتاب القود والقسامہ والدیات جلد ۲ صفحہ ۲۲ مراسیل ابوداؤد صـ ۳۸ ، سنن دارالقطنی صـ ۴۵ و صـ ۳۳۶ و صـ ۳۳۷ ، مسند دارمی صـ ۳۱۰ ، مؤطا امام مالک صـ ۳۳۲ ، مسند شافعی صـ ۱۹۸ ، کتاب الشافعی صـ ۶۶ و صـ ۶۸ سنن بیہقی جلد ۴ ، صـ ۸۹ ، مستدرک حاکم جلد ۱ ، صفحہ ۳۹۵ ، بلوغ المرام صـ ۱۴۳ ، جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر جلد ۱ صـ ۷۱ ، فتح الباری مطبع انصاری صـ ۲۸ ، صـ ۲۹۵ اور تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ، صـ ۱۴ وغیرہ کتب میں ثابت ہے ۔ "

پس کتابت کے خلاف جو ادلہ ذکر کی جاتی ہیں، وہ کمزور ہیں۔

۱۔ ابوبکر صدیق رضؓ سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ نے پانچ سو کا ایک مجموعہ تیار کیا ہوا تھا، لیکن ایک صبح اٹھ کر اسے جلا دیا۔ اس اثر کی سند تذکرۃ الحفاظ میں اس طرح ہے:

"وقد نقل الحاکم فقال حدثنی بکر بن محمد انا محمد بن موسی البربری انا المفضل بن غسان انا علی بن صالح انا موسی بن عبداللہ بن حسن عن ابراہیم بن عمر بن عبید اللہ التیمی حدثنی القاسم بن محمد قالت عائشۃ جمع ابی الحدیث"

(ا) یہ سند صحیح نہیں۔ اس کی سند میں علی بن صالح ہے جو مجہول ہے۔

(ب) مفضل ابن غسان بھی مجہول اور غیر مقبول ہے۔

(ج) اس میں موسیٰ بن عبداللہ ہے جو متہم بالکذب ہے۔

(د) اس اثر کے اخیر میں تذکرہ بھی لکھا ہے "لا یصح" یعنی یہ صحیح نہیں۔

(ہ) امام ابن کثیر نے بھی اس کی تردید کی ہے جیسے کنز العمال سے معلوم ہوتا ہے۔

(و) بخاری میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت انس رضؓ کو جب بحرین کی طرف بھیجا تو ان کو ایک لمبی حدیث کی نقل لکھ کر دی جس میں زکوٰۃ کا مکمل مسئلہ ہے۔

(ز) شرف اصحاب الحدیث میں ہے، "ابوبکر صدیق رضؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مجھ سے کوئی حدیث لکھے جب تک وہ حدیث پڑھی جائے گی، اس کو ثواب ملتا رہے گا۔"

یہ عام وجوہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ احادیث کے جلانے کا جو افسانہ مروی ہے، وہ باطل و بے دلیل ہے۔

۲۔ تذکرہ ج ۱، ص ۳ میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے ایک ایسی حدیث ہے جس میں ذکر ہے کہ:

"تم حدیث میں اختلاف کرتے ہو، تم سے پیچھے آنے والے تم سے زیادہ اختلاف کریں گے۔ اس واسطے تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے کچھ نہ بیان کرو، جو تم سے پوچھے تو کہہ دو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ اس کے حلال کو حلال سمجھو اور اس کے حرام کو حرام سمجھو۔"

الجواب:

(ا) مگر یہ مرسل منقطع ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "ومن مراسیل بن میکۃ" . . . . اور اخیر میں کہتے ہیں "فھذا مرسلۃ" . . . . اور مرسل منقطع محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہوتی۔ چنانچہ لکھا ہے:

"فرد جماھیر النقاد بالجھل بالساقط فی الاسناد"

یعنی جمہور محققین مرسل کو مردود جانتے ہیں کیونکہ جو راوی غیر مذکور ہے وہ مجہول ہے۔

(ب) اس حدیث میں اختلاف کا ذکر ہے۔ مطلب یہ ہے، حدیث کا بیان کرنا تم جیسے لوگوں کا کام نہیں جو حدیث کو محفوظ نہیں رکھ سکتے بلکہ ان لوگوں کا کام ہے جن کا حافظہ اللہ نے اچھا بنایا ہو۔ تم صرف قرآن کا ہی حوالہ دیا کرو کیونکہ حدیث بھی قرآن ہی کی تفسیر ہے۔

(ج) امام ذہبی فرماتے ہیں، "ابوبکر صدیقؓ کا یہ مطلب تھا کہ حدیث میں تحقیق سے کام لیا کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ بالکل روایت ہی بیان نہ کرو۔ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود دادی یا نانی کے متعلق حدیث کے فتویٰ پر عمل کیا جب اس کا حکم کتاب اللہ سے نہ ملا۔

(د) آگے یہ ذکر کیا ہے، ایک دفعہ ابوبکر صدیقؓ نے ایک آدمی کو حدیث سنائی تو اس نے کہا، اسی طرح ہے۔ آپ نے فرمایا "اسی طرح ہے۔ ورنہ میں زمین پر کیسے چل پھر سکتا ہوں اگر ایسی حدیث بیان کروں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی۔"

(ر) توجیہ النظر میں ہے:

"واما الروایۃ فمنقطعۃ لا تصح"

کہ یہ روایت ابوبکرؓ تک نہیں پہنچتی اس لئے صحیح نہیں۔

۳۔ حضرت عمرؓ سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ:

"حضرت عمرؓ نے تین آدمیوں (عبداللہ بن مسعودؓ، ابوالدرداءؓ اور ابومسعودؓ) کو حدیث کے بیان کرنے میں قید کر دیا تھا۔"

الجواب:

یہ اثر بھی صحیح نہیں، اس کی سند اس طرح ہے:

"عن شعبة عن سعيد عن ابراهيم عن ابيه ان عمر حبس" الخ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۷)

توجیہ النظر میں لکھا ہے:

"هذا مرسل ومشكوك فيه شعبة فلا يصح ولا يجوز الاحتجاج به ثم هو في نفسه" (توجیہ ص۱۵)

کہ یہ حدیث صحیح نہیں مشکوک ہے، اس کا جھوٹ ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کوفہ والوں کی طرف عمار بن یاسرؓ کو امیر بنا کر اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ان کا وزیر بنا کر بھیجا۔ کہا، یہ دونوں بدری ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اصحاب میں سے ہیں، ان کی اقتدار کرو اور ان کی باتیں سنو۔ میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہارے پاس اپنی ذات پر ترجیح دے کر بھیجا ہے۔" (تذکرہ ص۱۴/۱)

۴۔ ایک روایت حضرت عمرؓ سے نقل کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"قرضہ بن کعب، لوگوں کو حدیثوں میں پھنسا کر قرآن سے نہ روکنا اور یہ روائتیں نہ سنانا۔"

الجواب: اس حدیث کو پورے طور پر لکھا نہیں گیا ورنہ اس کا مطلب ظاہر ہو جاتا۔ تذکرۃ الحفاظ میں یہ روایت اس طرح ہے:

"عن الشعبي عن قرظة بن كعب قال لما سيرنا عمر الى العراق مشى معنا عمر قال اتدرون لم شيعتكم قالوا نعم مكرمة لنا وقال

مع ذالك انكم تاتون اهل قرية لهم دوى بالقرآن كدوى النحل فلا تصدوهم بالاحاديث فتشغلوهم جودوا القرآن واقلوا الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا شريككم فلما جاء قرظة قالوا حدثنا فقال نهانا عمر رضی اللہ عنہ (الخ)

قرظہ بن کعب کہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے جب ہم کو عراق کی طرف بھیجا، تو ہمارے ساتھ خود بھی چلے اور فرمایا، کیا تمہیں علم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیوں چلا ہوں؟ انہوں نے کہا، ہماری عزت افزائی کے لئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ بات بھی ہے اور ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ تم ایسے شہر میں جا رہے ہو جہاں لوگ قرآن لگاتار پڑھتے رہتے ہیں۔ تم حدیثوں کے ساتھ ان کو قرآن پڑھنے سے مت روکنا، قرآن کو خالص رکھو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات کم بیان کرو پھر میں تمہارا شریک ہوں۔ چنانچہ قرظہ بن کعب آئے تو لوگوں نے کہا، ہمیں حدیث سنائیے تو آپ نے کہا کہ ہمیں حضرت عمرؓ نے منع فرما دیا ہے۔"

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حدیث بیان کرنے سے نہیں روکا بلکہ یہ کہا ہے کہ روایات کم بیان کرو، البتہ نہ ہو کہ لوگوں کا زیادہ وقت اسی میں صرف ہو جائے اور وہ قرآن پڑھنے سے رک جائیں۔

(ب) قرظہ بن کعبؓ سے کتب احادیث میں روایات موجود ہیں۔

(ج) یہ اثر بلحاظ سند کے صحیح نہیں۔ توجیہ النظر ص۸ میں لکھا ہے:

"شعبی کی ملاقات قرظہ سے نہیں ہوئی لہٰذا یہ اثر ساقط اور باطل ہے"۔

مختصر جامع بیان العلم ص۳۱ میں ہے:

" والآثار الصحاح عنه من رواية المدينة بخلاف حديث قرظة وانما يدور على بيان عن الشعبي وليس مثله حجة في هذا الباب لانه يعارض السنن والكتاب "

یعنی صحیح آثار جو حضرت عمرؓ سے مروی ہیں اور مدینہ کی روایت میں ثابت ہیں وہ قرضہ کی روایت کے خلاف ہیں ۔ قرضہ کی روایت کا مدار بیان عن الشعبی ہے اور وہ اس باب میں سند نہیں ۔"

(د) دارمی میں ہے :

"حضرت عمرؓ نے فرمایا ، جیسے تم قرآن مجید کا علم حاصل کرتے ہو ، ایسے ہی فرائض ، لغت اور سنن یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بھی سیکھو ۔

(ج) حضرت عمرؓ سے پانچ سو سے بھی زیادہ حدیثیں مروی ہیں ۔ (توجیہ النظر)

۵ - حضرت عمرؓ سے ایک اور روایت بھی نقل کرتے ہیں کہ آپؓ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپؐ کا اسوہ لکھنے کا ارادہ کیا ، مہینہ بھر استخارہ کرتے رہے ، پھر فرمایا :

كان قبلكم قوم كتبوا كتب فاكبوا عليها وتركوا كتاب الله واني والله لا اشوب كتاب الله بشئ ابداً " (كتاب جامع بيان العلم مصري ۳۳)

کہ تم سے پہلے ایسے لوگ ہو گزرے جنہوں نے کتابیں لکھیں اور خدا کی کتاب کو چھوڑ کر انہی پر جھک پڑے ۔ خدا کی قسم میں کتاب اللہ میں کسی شے کو نہیں ملاؤں گا ۔

الجواب :

ا - اس روایت کی سند اس طرح ہے :

" وعن عروة ان عمر بن الخطاب ، . . "

حالانکہ عروۃ کی عمرؓ بن الخطاب سے ملاقات ثابت نہیں ۔ جس سال حضرت عمرؓ شہید ہوئے ، اسی سال وہ پیدا ہوئے ۔

ایک دوسرا قول یہ ہے کہ چھ سال بعد پیدا ہوئے ، اس لئے یہ روایت سند کے لحاظ سے باطل ہے ۔

(ب) اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں :

"لا اشوب بکتاب اللہ"

کہ میں اللہ کی کتاب سے کوئی چیز نہیں ملاؤں گا"۔

اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا تو سب نے لکھنے کا مشورہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب صحابہؓ احادیث لکھنے کے قائل تھے، صرف حضرت عمرؓ اس کے قائل نہ تھے۔

(ج) مؤطا میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے نماز کے بارہ میں اور اوقات کے متعلق سب عمال کو لکھا۔

(د) مستدرک حاکم، دارمی اور جامع بیان العلم میں ہے:

"قیدوا العلم بالکتابۃ"

کہ علم کو ضبطِ تحریر میں لاؤ۔

(ح) حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لکھ کر بھیجی (مسلم ج ۲، صفحہ ۱۹۱)

(د) حضرت عمرؓ سے جو منع کی روایت ہے بلحاظ اس کے باطل ہے کہ یہ ان ادلہ صحیحہ کے مقابلہ میں، جو حضرت عمرؓ سے مروی ہیں، قابلِ التفات نہیں۔

۶ طبقات ابن سعد کے حوالہ سے ایک اور روایت حضرت عمرؓ سے نقل کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروقؓ نے تمام صحابہؓ سے فرمایا، گھر جاؤ اور احادیث کا تمام ذخیرہ اٹھا لاؤ۔ ذخیرہ جمع ہو گیا تو آپؓ نے تمام صحابہؓ کے سامنے اسے جلا دیا۔

یہ اثر بچند وجوہ باطل ہے:

(ا) مذکورہ اثر منقطع ہے، اس کی سند اس طرح ہے:

زید بن یحیٰ عبد اللہ بن علا سے اور وہ قاسم بن محمد سے ــــ اور قاسم مذکور کی حضرت عمرؓ سے ملاقات نہیں ہے کیونکہ وہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے آٹھ سال بعد پیدا ہوئے۔

(ب) بلا تنقید و تحقیق، لکھا ہوا جلا دینا خلافِ عقل اور حضرت عمرؓ جیسے فہیم آدمی کا کام

نہیں ہوسکتا۔

(ج) اگر حضرت عمرؓ ایسا کرتے تو دیگر صحابہؓ جو کتابت کے قائل تھے، ضرور انکار کرتے۔

۷۔ "بعض نے یہ کہا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف سینکڑوں احادیث منسوب ہیں لیکن ابو عمرو شیبانی بیان کرتے ہیں:" میں عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں برسوں رہا اور ان کی زبان سے کوئی حدیث نہ سنی۔ ہاں جب کبھی مجبوراً کوئی حدیث بیان کرنی پڑتی تو خوف سے کانپنے لگتے اور فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً یوں ہی فرمایا تھا۔"

(ا) اصل لفظ یہ ہیں: "میں عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک سال بیٹھا، آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل نہیں کرتے تھے، جب کبھی یہ کہتے" فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے" آپ کانپنے لگتے اور فرماتے کہ اس طرح فرمایا یا اس کے قریب یا اس کے ہم معنی"۔ (تذکرہ ص۱۵)

(ب) اس اثر سے حدیث کی نفی نہیں بلکہ اثبات معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں سخت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ جب تک ان کو پورا یقین نہ ہوتا، اس وقت تک حدیث بیان نہ کرتے۔

۸۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک اور اثر نقل کرتے ہیں:

"آپ کے پاس ایک نوشتہ لایا گیا، آپ نے اس کو جلا دیا، اس کے بعد فرمایا: پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے نوشتوں کے پیچھے لگ کر اصل کتاب کو چھوڑ دیا"

الجواب:

(ا) یہ اثر بھی صحیح نہیں کیونکہ ابن عبداللہ کی ابوبکر بن ابی شیبہ سے ملاقات نہیں ہوئی سو سال کا فاصلہ ہے۔

(ب) اس میں اعمش ہے جو مدلس ہے اور عن سے روایت کرتا ہے جو ناقابل استدلال ہے۔

(ج) اس کی سند میں ابو معاویہ ہے۔ اس کنیت والے بہت سے ہیں، بعض معتبر اور بعض . .

(د) غیر معتبر، ایسی حالت میں بھی حدیث غیر معتبر ہوتی ہے۔

اس اثر میں یہ بھی ذکر نہیں کہ اس نوشتے میں حدیث رسول تھی یا کوئی اور کلام۔ اس قصہ کے ایک راوی ابو عبید کہتے ہیں، دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیفہ اہل کتاب سے لیا گیا تھا، اسی واسطے حضرت عبداللہ نے اسے مکروہ جانا۔ (ص۴۴)

۹۔ حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے لکھی ہوئی حدیثوں کو سنانے کا حکم دیا اور فرمایا، گذشتہ قومیں اس طرح تباہ ہوئیں کہ انہوں نے علماء کی روایات کی پیروی کی اور کتاب کو چھوڑ دیا۔

الجواب:

(ا) اصل الفاظ یہ ہیں کہ:

حین تتبعوا احادیث علماءھم

یعنی جب انہوں نے علماء کی باتوں کی پیروی کی . . . . . یہ روایت بھی بلحاظ سند معتبر نہیں۔

(ب) اس میں بقیہ ہے جو قابل وثوق نہیں۔

(ج) اس میں عبداللہ بن یسار ہے جو مجہول ہے۔

(د) اس میں علماء کی باتوں کی پیروی کا ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ذکر نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تو خود حضرت علیؓ نے قلمبند کی تھیں، جیسے بخاری میں ہے۔

۱۰۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت بھی بطور معارضہ پیش کی جاتی ہے:

"اذا اردتم العلم فانشروا القرآن فان فیہ علم الاولین والآخرین"

(تذکرہ ص۱۵)

یعنی جب تم علم چاہو تو قرآن کو پھیلاؤ (اس میں غور وفکر کرو) کیونکہ اس میں اولین اور آخرین کا علم موجود ہے۔

الجواب:

روایت کے الفاظ ہی سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اثر حدیث کے خلاف نہیں پیش

ہو سکتا، کیونکہ اس میں قرآن کی فضیلت ہے، حدیث کا انکار نہیں۔

زید بن ثابت کا اثر:

آپ امیر معاویہؓ کے دربار میں گئے۔ انہوں نے آپ سے احادیث کی فرمائش کی۔ آپ نے چند احادیث سنائیں اور منشیٔ دربار ساتھ ساتھ لکھتا گیا۔ آپ نے وہ کاغذ لے کر چیر ڈالا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کے لکھنے سے منع کیا ہے۔

الجواب:

(ا) یہ حدیث ابو داؤد کی ہے مگر اس کی سند صحیح نہیں۔

(ب) زید اور مطلب بن عبداللہ قابلِ وثوق نہیں۔

(ج) اس کتاب میں اس کے راوی کی دلیل بھی موجود ہے، لکھا ہے:

"زید بن ثابت کہتے ہیں مجھے یہود کی کتابت پر اعتبار نہیں، تم یہود کی کتابت سیکھ لو، پس میں نے آدھے مہینہ میں ان کی کتابت سیکھ لی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خط ان کو لکھواتے تو میں ہی لکھتا۔ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے صحیح کہا ہے اور بخاری میں تعلیقاً موجود ہے۔"

(د) زید بن ثابتؓ نے فرائض علم میراث میں ایک کتاب لکھی تھی۔ (توجیہ النظر)

ابو موسیٰ کی حدیث:

یہ حدیث یوں ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ عمر فاروقؓ کے مکان پر گئے۔ تین آوازیں دیں اور واپس چل دیئے۔ حضرت باہر نکلے، واپس جانے کا سبب پوچھا تو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، تم گھر پر تین آوازیں دو۔ اگر صاحب خانہ نہ بولے تو لوٹ جاؤ، عمرؓ نے کہا، اس حدیث کی شہادت پیش کرو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ وہ گھبرائے ہوئے مسجد نبوی میں پہنچے اور خوش قسمتی سے انہیں شہادت مل گئی ورنہ پٹ جاتے۔" (تذکرہ ج صـ٦)

یہ حدیث، منکرین حدیث پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث مثبتین کی زبردست

دلیل ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے حدیث کے حجت ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ احتیاط کے لئے اس پر شہادت طلب کی اور شہادت ملنے پر فرمایا، "میں نے تم کو متہم نہیں سمجھا، شہادت اس لئے طلب کی ہے تاکہ لوگ حدیث میں دلیری نہ کریں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے، صحابہؓ حدیث کے متعلق سخت احتیاط کرتے تھے۔ حکومت خاص طور پر اس طرف متوجہ تھی۔ قرآن مجید میں جو ذکر ہے: "ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم (نور) کہ (ان خلفاء کی معرفت) ان کے اس دین کو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے، زمین میں نافذ کرے" . . . . صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی انہی مساعی جمیلہ اور حزم و احتیاط کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم حدیث کو حجت سمجھتے ہیں۔

(باقی۔ باقی)

قارئین کرام توجہ فرمائیں!

زیر نظر شمارہ جلد نمبر ۵ کا آخری شمارہ ہے۔ آئندہ ماہ (نومبر) سے بحمداللہ جلد نمبر ۶ کا آغاز ہوگا۔ اس ماہ اکثر خریدار حضرات کا سالانہ چندہ ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا گزارش ہے کہ تمام خریدار اپنی اپنی رسیدات ملاحظہ فرمائیں اور جن حضرات کا سالانہ چندہ ختم ہو رہا ہو وہ ۲۵ اکتوبر تک اپنا عالانہ زرتعاون بذریعہ منی آرڈر روانہ کر کے خریداری کی تجدید فرمائیں (ازراہِ احتیاط، دفتر کی طرف سے ایسے حضرات کے نام آنے والے شمارہ پر "آپ کا چندہ ختم ہے" کی مہر بھی لگا دی جائے گی) جن اصحاب کی طرف سے یکم نومبر تک رقم یا اس سلسلہ میں کوئی جوابی اطلاع موصول نہ ہوئی، ان کی خدمت میں آئندہ شمارہ بذریعہ وی۔ پی۔ پی (قیمتی مبلغ نو روپے ساٹھ پیسے) روانہ کیا جائیگا۔ جس کو وصول کرنا ان احباب کا دینی اور اخلاقی فریضہ ہوگا۔